Fikr-o-Nasar (Islamabad) 8:6 (1969)

احمد امین اور اسلامی عالمگیریت کی جدید تشریح

ولیطلف خالد ـــــــــ ترجمہ ـ نعیم نور

۱ ۔ وطن اور قوم پرستی

(ا) حب الوطنی یا قوم دوستی کا مثبت پہلو :

کہا جاتا ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا "حب وطن ایمان کا لازمی جزو ہے"[۱] نویں صدی میں ہمیں اس کی شہادت عربی ادب کے عظیم مصنف الجاحظ کے ان الفاظ میں ملتی ہے:

"حب وطن تمام اقوام کی عمومی خصوصیت ہے اور تمام انسانیت پر غالب ہے"[۲]

۱۸۷۱ء میں جوان ترک نامق کمال نے لفظ 'وطن' کو PATRIE[۳] کے مساوی گردانا اور لبنانی ادیب بطرس البستانی نے اس سے ماخوذ لفظ 'وطنیة' کی تشہیر حب الوطنی کے ترجمے کے طور پر کی۔[۴] مصر میں محمد عبدہٗ (۱۸۴۹ - ۱۹۰۵ء) اور عبداللہ ندیم (۱۸۴۵ - ۱۸۹۶ء) نے وطن کے جس مطلب و مفہوم کا پرچار کیا وہ روسو (ROUSSEAU) کے تصورِ وطن (FATHER LAND) سے مشابہت رکھتا ہے۔ الغرض وطن جس کا مفہوم ابتداً محض ایک جائے سکونت تھا، اس میں بتدریج وسعت اور تغیر پیدا ہوا یہاں تک کہ یہ فرد کے اپنے معاشرتی و سیاسی ماحول کے ساتھ اخلاقی تعلق کے معنوں میں استعمال ہونے لگا۔ بالآخر قوم پرست رہنما مصطفےٰ کامل[۵] (۱۸۷۵ - ۱۹۰۸ء) کے ذریعہ جدید مفہوم میں وطنیة کا مطلب قوم پرستی سمجھا جانے لگا۔ اگرچہ اس سے زیادہ موزوں ترجمہ یعنی 'قومیة' بھی مقبول ہوا۔

تاہم ۱۹۲۰ء میں جب احمد امین[۶] (۱۸۸۶ - ۱۹۵۴ء) "مصر میں سماجی و ادبی اصلاحات کے علمبردار" نے اپنی پہلی تصنیف 'کتاب الاخلاق'[۷] کا ایک حصہ وطنیة پر بحث کی نذر کیا تو ابھی

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

تک اس کا مطلب محمد عبدہٗ کے پیش کردہ مفہوم کے مطابق حب الوطنی سمجھا جاتا تھا۔ مصطفیٰ عبدالرزاق کے بعد عبدہٗ کے بہت سے جانشینوں میں احمد امین کئی وجوہات کی بنا پر سب سے زیادہ حقیقی جانشین تھے۔[۹] امین اپنی حب الوطنی کی ابتدائی تعریف "زندگی کو وطن کی خدمت کے لئے وقف کرنا میں "ادائیگی فرض" کو مرکزی نقطہ بناتے ہیں اور یہ اُن کے نزدیک صحیح اور سچی حب الوطنی ہے۔[۱۰]

"تمام لوگ یکساں طور پر اپنے کام یا پیشے کے ذریعے وطن کی خدمت کرتے ہیں۔ کسان کاشت کاری اور مویشیوں کی دیکھ بھال کر کے، نجار اپنی کاریگری سے، سوداگر اپنے تجارتی لین دین سے، خاکروب گندگی صاف کر کے، ماں بچوں کی پرورش اور گھر کی دیکھ بھال سے، خادمہ اُس کی مدد کر کے، ڈاکٹر بیماریوں سے لڑنے اور مریضوں کا علاج کر کے، آگ بجھانے کا عملہ آگ پر قابو پاکر، دانشور علم پھیلانے اور جہالت کا خاتمہ کر کے، سیاست دان قول و فعل میں سچائی کو کامیابی سے ہمکنار کرنے اور جھوٹ کو عیاں کر کے، شاعر، موسیقار اور عام طور پر تمام فن کار لوگوں کی زندگی میں مسرت و حسن کا اضافہ کر کے، اگر یہ تمام کام مکمل طور پر انجام دیئے جائیں اور صرف ذاتی فائدہ پیشِ نظر نہ ہو بلکہ عام خوشحالی و ترقی کا بھی خیال ہو تو اُسے انجام دینے والے سچے محبِ وطن ہیں۔"[۱۱]

لیکن امین اُس قومی گروہ کی تعریف و توضیح کرنے کی کوشش نہیں کرتے جس سے تعمیری وفاداری وابستہ کی جاتی ہے۔ حقیقت میں جیسا کہ ہم آگے دیکھیں گے امین وطن (اپنے مفہوم کے مطابق) اور روایتی "دارالاسلام" میں امتیاز نہیں کرتے۔ اس نقطۂ اتصال پر وہ صرف ایک مروجہ لفظ کا اُس کے جدید مفہوم کی پروا کئے بغیر انتخاب کرتے ہیں بلکہ اُسے قدیم لفظ اُمت (ایمان والوں کا فرقہ یا قوم) کے مترادف کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ تاہم ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں قوم پرستی کے خلاف جدوجہد کے دوران وہ اس غلط تصور سے باخبر ہو گئے تھے اور تب اُن کی وفاداری کا رُخ اسلامی ثقافت یا تمدن کی طرف مڑ گیا۔[۱۲]

جیسا کہ پہلے بتایا گیا ہے محمد عبدہٗ نے خیال میں وطنیت کا مفہوم نظریہ حب الوطنی تک محدود رہا جس سے مُراد اصلاح ہے بہر حال اگر قوم پرستی کو شامل کرنے کی غرض سے وطنیت کے معنی کو وسیع کر دیا جائے تب بھی ہر حال میں اس کا مطلب قوم پرستی کا مثبت پہلو ہو سکتا ہے جس کی مشہور مستشرق سمتھ (W. C. SMITH) نے یوں تعریف کی ہے:

"اپنی قوم کے تمام افراد کی عزت کرنا، اُس کی فلاح و بہبود کا خیال کرنا، اس فلاح و بہبود کے لئے مؤثر وفاداری پیدا کرنا اور اس کو عملی جامہ پہنانے کے لئے تعمیری کام کرنا" [۱۳]

اپنی سوانح عمری میں جہاں وہ اس امر کا ذکر کرتے ہیں کہ جب سے انہوں نے سیاست میں دلچسپی لینی شروع کی اُن کا تعلق "الاستاذ الامام" [۱۴] کے حامیوں سے رہا وہاں امین واضح طور پر اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ اُن کے نظریۂ حب الوطنی کا انحصار محمد عبدہٗ کے خیالات پر ہے مصطفےٰ کامل کے پیروکاروں کے برخلاف جن کے خیال میں قابض انگریز افواج کی واپسی تمام مسائل کے حل کے لئے شرطِ اولین تھی [۱۵]۔ الاستاذ الامام کے حامی بنیادی اصلاحات خاص کر تعلیمی میدان کی فوقیت پر زور دیتے تھے۔ اپنی کتاب "جدید دور میں اصلاح کے رہنما" میں امین دوبارہ اس مسئلے پر غور کرتے ہیں اور تقریباً ایک لحاظ سے اسے تسلیم کر لیتے ہیں:

"اس قسم کی سیاست یعنی سیاسی بلوغ یا پختگی پر بھروسہ کرنا جو تعلیم و تربیت کے ذریعے حاصل ہوتی ہے جذباتی ہونے کے بجائے ایک عقلی اور استدلالی لائحہ عمل ہے۔ سیاسی نشر و اشاعت کے میدان میں اس کی کامیابی کا شاید ہی کوئی امکان ہے۔ کامیابی تو انھیں ہوتی ہے جو برانگیختہ جذبات اور قومی احساسات یا ولولے کے تحت کام کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عبداللہ ندیم اور مصطفےٰ کامل سیاسی لحاظ سے محمد عبدہ سے زیادہ کامیاب رہے ہیں" [۱۶]

بایں ہمہ احمد امین مذکورہ بالا رجحان کے مقابلے میں محمد عبدہٗ کے اس نظریہ سے مغلوب ہو گیا جو محمد عبدہٗ نے روایتی اسلام میں مسلسل ترقی پر ایمان کے اضافہ کے ساتھ پیش کیا۔ [۱۷] امین نے جو H. G. WELLS [۱۸] سے بھی متاثر تھے، محمد عبدہٗ کے پیغام کی نہایت شیریں زبان میں وضاحت کر کے خود کو ایک لائق شاگرد ثابت کیا ہے۔ امین کے ایک مضمون کا عنوان "ترقی کی علامت" ہے [۱۹] جس میں وہ قوم کے ایک لازمی "معیار" کا تصور پیش کرتے ہیں جو انہوں نے ایمان کے اسلامی اصول توحید سے اخذ کیا ہے جو خدا اور اس کی مخلوقات کے اتحاد کی دلیل ہے، حقیقت میں یہی وہ اصول ہے جسے وہ عموماً اپنے نظریۂ اتحاد عالم اسلام (PAN-IS-AMISM) اور نتیجتاً عالم پرستی (COSMOPLITISM) کی بنیاد بناتے ہیں جیسا کہ آگے بتایا جائے گا۔ تاہم یہاں جبکہ امین اپنے دائرہ فکر کو مصر میں اصلاح کے خیال تک محدود رکھتے ہیں یہ ایک ٹھوس نظریہ قوم پرستی

کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن دوبارہ تمام زور ترقی ہر قیمت پر کے اصول پر دیا گیا ہے اور واضح طور پر ترقی کی یہی خواہش بھول کا سبب بنتی ہے ورنہ شعوری طور پر قوم پرستانہ رجحان نہیں تھا۔ کتاب الاخلاق میں حب الوطنی پر بحث کے دوران یہ نکتہ زیادہ واضح ہو جاتا ہے جہاں امین اسے اصلاح پسندی کے ہم معنی گردانتے ہیں[۲۰]

امین بنیادی طور پر ایک مورخ تھے۔ ۱۹۴۸ء میں شادے (A. SCHAADE) اور برگ استرئسر (G. BERGSTRASSER) جیسے ممتاز علماء کی حمایت سے امین کو اپنی کتب 'فجرالاسلام' اور 'ضحی الاسلام' کی قدر شناسی کے اعتراف میں اعزازی ڈاکٹریٹ عطا کی گئی اور جامعہ قاہرہ میں بطور مہمان پروفیسر تقرر ہوا[۲۱]۔ بحیثیت ایک مورخ وہ اپنی عملی حب الوطنی مصری معاشرے کے رسم ورواج پر خصوصی توجہ اور اپنی تاریخ وطن کے نظرانداز شدہ پہلوؤں سے والہانہ لگاؤ کے ذریعہ کرتے ہیں۔ امین کے دور تک مصر کے تعلیم یافتہ طبقے صرف قدیم عربی ثقافت کا مطالعہ کرتے تھے انہوں نے قومی روایات کے تمام مروجہ مظاہروں کو پس پشت ڈالا ہوا تھا۔ اس مروجہ "امیرانہ یا حکمرانہ" طرزعمل کے برعکس امین حقیقی طور پر مقبول رسم ورواج کے مطالعے میں غرق ہو گئے۔ اس معرکہ کا تھوڑا بہت ذکر ان کی سوانح عمری میں موجود ہے۔ لیکن اس کا اصلی ماحصل "قاموس العادات والتقالیہ والتعابیر المصریہ" ہے[۲۲]۔ یہ سادہ لوح مصری عوام کے عقائد، رسومات، شعبدہ بازی کی چالوں، سحروفسوں گری، توہمات اور علم غیب کے متعلق "معلومات کا ایک ذخیرہ" ہے[۲۳]۔ اس کتاب کو بہت سراہا گیا خاص طور سے اٹلی کے مشہور ومعروف مستشرق امبیر تو ریتسیتانو (UMBERTO RIZZITANO) نے بہت تعریف کی، وہ لکھتے ہیں،

"مصر کے عام رسم ورواج کے اس مطالعے کی بنیاد ڈالنے کی اس پہلی کوشش میں احمد امین کامیاب رہے ہیں۔ وہ خود بھی اس کی ترشی کے معترف ہیں۔ جو یورپین مستشرقین کے لئے ہمیشہ سے گہرے جوش اور شوق کا باعث رہا جبکہ اہل مصر کے لئے یہ زیادہ سے زیادہ سطحی دلچسپی پیدا کر سکا"[۲۴]

فیض الخاطر[۲۵] کا معتدبہ حصہ بھی وطن سے متعلق مضامین پر مشتمل ہے اس کتاب کی تیسری جلد میں یہ مضامین واقعی بکثرت ہیں۔ ان میں سے کچھ مضامین میں امین مصر کے مختلف حصوں

میں اپنے سفر کا حال بیان کرتے ہیں۔ یہ مضامین ملک کے قدرتی وسائل اور غیر ملکی طاقتوں کے اُن سے فائدہ اُٹھانے پر بحث ومباحثے کے لئے ایک ڈھانچے کا کام دیتے ہیں[۲۶]۔ اس کے علاوہ تاریخ مصر کی غیر معروف ہستیوں پر مضامین ہیں مثلاً مصری سیبویہ[۲۷] یا ایک عظیم علم کیمیا کا ماہر یوسف[۲۸] یا انگریز مستشرق LAUE[۲۹] کا ساتھی شیخ الدسوقی۔

احمد امین ایک ماہر تعلیم بھی تھے۔ درس وتدریس اُن کا محبوب پیشہ تھا[۳۰] جس کا اُن کے پاس زندگی بھر کا تجربہ تھا۔ اسکولوں کے لئے اُن کی شائع کردہ بہت سی کتب[۳۱] میں سے ثانوی اسکولوں کے لئے ایک کتاب الاخلاق[۳۲] بھی شامل ہے۔ یہاں امین کے مضامین کے موضوعات کا تعلق صرف مقبول مصری رسم ورواج سے ہی نہیں ہے بلکہ جدید مصری ادب کی ترقی، تعلیمی نظام[۳۳] اور اس قسم کی اخلاقی کمزوریوں مثلاً ضبط نفس کا فقدان[۳۴]، بزدلی[۳۵] اور جوا[۳۶] وغیرہ پر بھی اظہار خیال کیا گیا ہے۔ موخر الذکر مضامین امین کے اُن اخلاقی خیالات کا آئینہ ہیں جن کا تعلق خاص طور پر مصر سے ہے، تاہم وہ قبل اسلام کی مصری ثقافت میں کسی دلچسپی کا اظہار نہیں کرتے۔ امین نے کامل طور سے دَور فرعونی کے تمدن کی طرف واپس پلٹنے کی اُس صدا کو نہ صرف نظر انداز کیا بلکہ اُس پر تنقید کی جو کچھ عرصہ کے لئے اُن کے ہم عصر دانش ور رہنماؤں مثلاً حسین ہیکل، توفیق الحکیم، عباس محمود العقاد اور دوسروں نے بلند کی[۳۷]۔ اس سے پھر ثابت ہوتا ہے کہ امین نے مغرب والوں کے رائج کردہ نئے تصور وطن کا پابند رہنے کے بجائے اُمت کو اپنے نظریہ وطن کی بنیاد بنایا۔

امین کی مثبت حب الوطنی کا ایک اور اہم اظہار اُن کوششوں میں عیاں ہے جو اُنھوں نے مصر کے مختلف مذہبی فرقوں کے درمیان پیدا شدہ کشیدگی یا تلخی پر غلبہ پانے کے لئے کیں۔ اپنی سیاسی سرگرمیوں کے مختصر سے عرصے میں ایک مرتبہ امین نے مسلمان۔ عیسائی بھائی چارے کے مظاہرے کی قیادت کی اور اس موقع پر اپنی شاندار کارکردگی کا ذکر بڑے جوش وخروش سے اپنی سوانح عمری میں کیا۔ اُنھوں نے اپنا ازہری لباس زیب تن کر کے ہلال اور صلیب والا جھنڈا لہرایا جبکہ اُن کے برابر میں عیسائی پادری اپنی مذہبی پوشاک میں ملبوس کھڑا تھا[۳۸]۔ چنانچہ سمتھ (W.C.SMITH) کی مسلمانوں کے بارے میں یہ رائے کہ "حقیقت میں مسلمانوں میں ایسا احساس اپنائیت جس میں غیر عقیدے کے لوگ شامل ہوں مفقود ہے[۳۹]" احمد امین پر لاگو نہیں ہو سکتی بلکہ ہمارے پاس ہر

وہ سبب موجود ہے جس کی بنا پر امین کو قوم پرستی کی ناگوار قسم کے خالص منفی "لاتحرعمل" کا عظیم ترین حریف تسلیم کرسکتے ہیں ۔ [40]

ہندوستانی قوم پرستوں عبید اللہ سندھی اور سعید احمد اکبرآبادی[41] کی طرح امین دوسری اقوام کی فلاح وبہبود کے خیال کے پیش نظر حب الوطنی کو اعتدال میں رکھنے کی تاکید کرتے ہیں . وہ حب الوطنی کو عالم گیر عمومی فلاح وبہبود کے اعلیٰ ترین مقصد کا مطیع کرنا چاہتے ہیں لیکن خود اپنے خاص وطن سے بھی محبت قائم رکھی جائے ۔ امین کے خیال میں یہ محبت انسانی تخلیقات کے لئے ایک محرک بن سکتی ہے ایسا محرک جو اس وقت تک جائز ہے جب تک . وہ غیرملکیوں کے حقوق سے متصادم نہ ہو ۔

"حب وطن انسان کے لئے فطری امر ہے یہاں تک کہ جانوروں کے لئے بھی ...... پرندہ اپنے گھونسلے کی حفاظت کرتا ہے شیر اپنے غار کی اور بردا اپنے قبیلے کے لئے اپنی جان تک دے دیتا ہے ..... حب الوطنی بے شمار لوگوں پر سحر کی طرح اثر انداز ہوئی یہاں تک کہ انھیں عقلی وفنی لحاظ سے غیر معمولی طور پر بارآور بنایا .... تاہم یہ اس صورت میں ممکن نہ ہوتا اگر بجائے صرف اپنی قوم کے ان سے تمام انسانیت کے لئے محنت ومشقت کرنے کو کہا جاتا ...... ایک بجلی کا لیمپ ایک کمرے یا ایک گھر کو روشن کرسکتا ہے لیکن تمام دنیا کو نہیں " [42]

بہرحال اس کے باوجود امین جب قوم پرستی کا ذکر جدید فکری رجحان کے طور پر کرتے ہیں تو ان کا مطلب بجز اس کے منفی پہلو کے اور کچھ نہیں ہوتا جیسا کہ وہ خود اپنے الفاظ میں کہتے ہیں کہ یہ " علاقائی تعصب وجنون اور قومی جانب داری " ہے ۔ [43]

ذیل میں ہم قوم پرستی پر امین کے اہم اعتراضات میں فرق کرنے کی کوشش کریں گے ۔ (مسلسل)

حوالہ جات

۱ اس حدیث کی سند اختلافی مسئلہ ہے تاہم اس کی اختراع اس حد تک ۔ جہاں تک یہ اس ضرورت کی مظہر ہے جو مسلمانوں کے محب وطن ہونے کے طرز عمل کو واضح کرنے کے لئے محسوس کی گئی بہت اہم ہوگی ۔

۲ یہ ترکوں پر اس مضمون سے لیا گیا ہے جسے G. VON VLOTEN نے TRIA OPUSCULA

میں شائع کیا اور VON GRUNEBAUM نے اس کا ذکر مندرجہ ذیل (LEIDSN 1903) میں کیا: UNITY AND VARIETY IN MUSLIM CIVILIZATION (CHICAGO 1955) ص ۲۵

۳ ایضاً: ص ۳۳۷ ۴ ایضاً: ص ۳۲۰

۵ FRITZ STEPPAT: NATIONALISMUS UND ISLAM BEI MUSTAFA KAMIL EIN BEITRAG ZUR IDEENGESCHICHTE DER AGYPTISCHEN NATIONALBEWEGUNG (DIE WELT DES ISLAMS, N.S VOL. IV, LEIDEN 1956) 271; CF. G. VON GRUNEBAUM: MODERN ISLAM — THE SEARCH FOR CULTURAL IDENTITY (LOS ANGELES 1962) ص ۲۰۴ تا ۲۰۷

۶ احمد امین ـ "مصر میں سماجی اور ادبی اصلاحات کا علمبردار" یہ ایک مختصر سے مطالعہ کا عنوان ہے جو زیادہ تر ادبی سرگرمیوں کی نذر کیا گیا، جسے ڈاکٹر اے۔ ایم ایچ۔ مزید نے لکھا (1963 LEIDEN)

۷ کتاب الاخلاق (لجنۃ التالیف، قاہرہ) ۱۹۱۸ء میں اس کے A.S. RAPPOPORT کے PRIMERS OF PHILOSOPHY کے ترجمے کے بعد

۸ میں (مصنف) نے احمد امین پر اپنے (غیر شائع شدہ) تحقیقی مقالے میں ایک خاص باب اس کے محمد عبدہ پر انحصار کے موضوع پر وقف کیا ہے جس کا بیشتر حصہ اس مضمون میں واضح ہو جائے گا

۹ کتاب الاخلاق: ص ۲۳۵ ۱۰ ایضاً: ص ۲۳۶

۱۱ ایضاً: ص ۲۳۵ سے ۲۳۶

۱۲ مقابلہ کریں فیض الخاطر (یہ مضامین کا ایک مجموعہ ہے جو اس نے مصر کے ثقافتی میگزین الرسالت الثقافہ۔ اور الہلال کے لئے لکھے) حصہ ہشتم ص ۶۸

۱۳ WILFRED CANTWELL SMITH: ISLAM IN MODERN HISTORY (PRINCETON 1957) ص: ۷۶

۱۴ تاریخ الاستاذ الامام الشیخ محمد عبدہٗ، یہ رشید رضا کے مخصوص موضوع کے سلسلے کا عنوان ہے۔ (قاہرہ ۱۹۳۱ء)

۱۵ مقابلہ کرو امین کی سوانح عمری 'حیاتی' (مکتبۃ النہضۃ قاہرہ ۱۹۴۸ء) تیسرا ایڈیشن ۱۹۵۸ء، ص: ۸۸-۸۷ -

۱۶ زعماء الاصلاح فی عصر الحدیث (مکتبة النهضة قاہرہ ۱۹۴۸ء) ص: ۳۴۲

۱۷ CHARLES C. ADAMS کے ISLAM AND MODERNISM IN EGYPT (LONDON 1954) کے علاوہ دیکھو NADAV SAFRAN: EGYPT IN SEARCH OF POLITICAL COMMUNITY (CAMBRIDGE, MASS, 1961) خاص طور سے ص: ۱۶

۱۸ فیض: جلد ششم ، اے۔ ایم۔ ایچ مزید، ص: ۹۴

۱۹ فیض: جلد دہم، ص ۲۳۷

۲۰ کتاب الاخلاق: ۲۳۵

۲۱ مزید ۲۴

۲۲ قاموس العادات والتقالیه والتعابیر المصریه (قاہرہ ۱۹۵۳ء)

۲۳ UMBERTO RIZZITANO: LO SCRITTORE ARABO EGIZIANO AHMAD AMIN IN ORIENTE MODERNO XXX/87.

۲۴ ایضاً

۲۵ فیض الخاطر پہلا حصہ یا جلد ۱۹۳۸ء میں شائع ہوا۔

۲۶ فیض iii/145,199. ; ii/99

۲۷ فیض 1/57

۲۸ فیض iii/203

۲۹ فیض iii/39 اس کے علاوہ iv/19 ; 34, 150, iii/192

۳۰ حیاتی: ۳۱۱

۳۱ المنتخب من الادب العربی ، المفصّل فی الادب العربی، المطالعة التوجیهیة ، تاریخ الادب العربی (قاہرہ ۱۹۴۱ء)

۳۲ احمد امین اور امین مرثی قندیل: الاخلاق للمدارس الثانویه (قاہرہ ۱۹۴۱ء)

۳۳ فیض iii/227 ، iv/282, 279 ، viii/25 ، IX/115

۳۴ فیض iii/194

۳۵ فیض 1/281

۳۶ فیض II/48 دیکھو 1/231 بھی۔

۳۷ مقابلہ کرو۔ BABER JOHANSEN: MUHMMAD HUSAIN HAIKAL — EUROPE AND DER ORIENT IN WELTBILD EINES AGYPTISCHEN LIBERALEN (BEIRUT 1967), CHAPTER: DAS ERBE DER PHARAONEN, P.112-8

۳۸ حیاتی 202-3

۳۹ W. C. SMITH OP. CIT. 81.

۴۰ ایضاً، 76

۴۱ سعید احمد اکبر آبادی: مولانا عبید اللہ سندھی اور ان کے ناقد (لاہور ۱۹۴۶ء) ص ۴۲

۴۲ فیض iii/110-1

۴۳ فیض x/184